Vol.5 No.2 (2022)

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

اکیسویں صدی اردو نظم، عالمی منظر نامہ

GLOBAL CRISES IN 21ST CENTURY'S URDU POEM

ڈاکٹر فہمیدہ تبسم

وفاقی جامعہ اردو اسلام آباد

ڈاکٹر ارم صبا

اسلامیہ یونیورسٹی بہاول نگر کیمپس

Abstract

Events and issues leave their mark not only on the political and govermantlay system but also on the social life, art and literature and their effects are felt for centuries to come .The issues have been depicted and presented in literature. 21st century s issue and events have a massive impact on Urdu poetry. Urdu poets are narrating new mature sensibility that reflects a deeper understanding and a greater awareness of contemporary global issues.
Urdu literature has a deep relation with society. The major expression found in Urdu poems is of anger, grief and distress over the devastation and destruction in Pakistan and all over the world especially in Islamic world. There is always a fear of 3rd world war which fills the mind with terror and a sense of insecurity that prevails around the globe. This is quite panic to think that 21st century starts from tragedy of 9/11 and it prompted a significant amount of multidimensional research and literary activities. Attack on world trade Centre was such a huge and overpowering event that it often overshadows and dominates the writers and poets .Besides this, a loud and bitter protest against the policy of using religion as a tool for exploiting the masses and for creating illusion in their minds. Realities have been vigorously launched in Urdu poetry. The contribution of 21st century ,s poets is tremendous in this regard that how they portrayed the present state of mind of modern man in their poems.
Keywords: Urdu literature, Modern trends, Poetry and Globalization

ادب کی زندگی معاشرے سے عبارت ہے۔ ادب اور سماج کا بہت گہرا رشتہ ہے۔ معاشرہ ہی ادب کو نمو دیتا ہے۔ کوئی بھی ادبی تخلیق اپنے عہد کے سیاسی، سماجی اور اخلاقی حالات اور صورتِ حال کو نظر انداز نہیں کر سکتی اور کوئی تخلیق کار ان حالات سے اثر قبول کیے بنا اپنے عصر کا اچھا تخلیق کار نہیں بن سکتا۔ اکیسویں صدی کے عالمی و ملکی، سیاسی و معاشرتی اور تعمیری و تخریبی عوامل نے اکیسویں صدی کے اردو ادب کو متاثر کیا ہے۔ اکیسویں صدی کے شعراء نے ملکی و عالمی حالات و واقعات سے اثر قبول کیا اور اپنی نظموں میں ان تمام مسائل و عوامل کو بیان کیا جو اس عصر کو درپیش ہیں۔ اکیسویں صدی کا شاعر عصری آگہی کے ساتھ ساتھ جدید مشینی اور برقی عہد کے انسان اور مسائل کو اپنی نظم کا موضوع بناتا ہے۔ معاصر اردو نظم عالمی صارفی معاشرے میں سانس لیتی ہے۔ آج کا شاعر حقیقت پسند ہے۔ اس کی شاعری کا موضوع محبوب کے لب و رخسار نہیں۔ وہ محبوب کے ہجر میں آنسو بہاتا دکھائی نہیں دیتا بلکہ وہ ہر لحہ ایک نئی اذیت اور کرب میں مبتلا دکھائی دیتا ہے۔ ملکی سالمیت کو خطرہ، مذہبی انتہا پسندی، جہادی تنظیمیں، دہشت گردی، بے روزگاری، غربت، نسلی تعصب اور تصادم، صنعتی ترقی میں انسانی اقدار کا گم ہو جانا، سائنسی ترقی کا منفی استعمال یہ تمام وہ مسائل ہیں جو اکیسویں صدی کے فرد کو درپیش ہیں۔ شاعر جو معاشرے کا حساس فرد ہوتا ہے ان حالات سے اور معاشرے سے کٹ کر نہیں رہ سکتا وہ جو دیکھتا ہے جو محسوس کرتا ہے وہ شعروں کی زبان میں بیان کرتا ہے۔

ذہنی و نفسیاتی الجھنوں کا شکار اکیسویں صدی کا فرد اپنے بطن میں عدم برداشت اور عدم رواداری لیے ہوئے ہے۔ تیسری عالمی جنگ کا خوف اس اعصاب پر مسلط ہے۔ فرقہ وارانہ فسادات، دہشت گردی، سرحد پر تناؤ اور بے روزگاری جیسے مسائل اسے گھیرے ہوئے ہیں۔ اکیسویں صدی کا شاعر اس پر آشوب عہد کے مسائل پر قلم اٹھاتا ہے۔ صنعتی و مشینی زندگی کے بے شمار مسائل میں الجھے آج کے شاعر کا دکھ جب حد سے بڑھتا ہے تو وہ اس کے قلم سے گاڑیوں کا شور، ملوں کا دھواں، فائرنگ کی آواز، بم بلاسٹ اور ہر لحہ کی اذیت کی داستان ہی رقم ہو گی۔ بوسنیا، چیچنیا میں مسلمانوں کی مخدوش حالت، برما میں قتلِ عام اور بربریت، اسلامی ممالک کے خلاف مغربی بلاک کا اتحاد اور اقوامِ متحدہ کا ہر معاملے میں خاموش رہنا یہ وہ مسائل ہیں جو اکیسویں صدی کی نظم کا موضوع بنتے ہیں:

شہر بھر میں فائرنگ، زخمی، دھماکے، سائرن

شعلے / دھویں کے آبنوسے دائرے

جلتے تناظر / آگ میں لپٹی کتابیں

اعضاء بریدہ زندگی

Vol.5 No.2 (2022)
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

سر گشتگیِ افکار کی، غارت گری الفاظ کی

تازہ لہو تاریخ کے اوراق پر[i]

ایک نیا ورلڈ آڈر جنم لیتا ہے / اور کسی بحث اور اندراج کے بغیر

اقوامِ عالم ایک نئے یک نقاطی ایجنڈے پر متفق ہو جاتی ہیں

جس کے تحت / بلٹ پروف جیکٹس اور

اندھیرے میں دیکھنے والے گاگلز پہنے ہوئے میرینز

دہشت گردوں کا پیچھا کرتے ہوئے / خواب گاہوں، اسکولوں مسجدوں

لائبریریوں اور عجائب خانوں میں گھس جاتے ہیں

اور جب ہزاروں لاکھوں روحیں جسموں سمیت پامال ہو جاتی ہیں

تو امن فوج / قیمتی انسانی جانوں کو بچانے کے لیے

مفت غذائی پیکٹس، پانی اور دودھ کی بوتلیں

اور اپنی طبع کی ہوئی کتابیں تقسیم کرتی ہیں

تاکہ کیمپوں میں خوراک اور تعلیم کی قلت نہ ہو

اور قاتل ملکوں کی معیشت اور ثقافت قائم رہے[ii]

اکیسویں صدی کا شاعر اس الم ناک حقیقت سے آگاہ ہے کہ انسان سماجی و تہذیبی ہی نہیں بلکہ کائناتی سطح پر بھی ہمہ گیر تباہی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور کوئی تاریخیت، فلسفہ یا نظریہ اس کے تحفظ کی ضمانت فراہم نہیں کر سکتا[iii]۔ ہمارے عصر کے انسان کا المیہ یہ ہے کہ اسے ہر سطح پر بے اطمینانی اور ژولیدہ فکری کا سامنا ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ اکیسویں صدی نے آج کے انسان کو بے اعتباری تحفے میں دی ہے تو کچھ غلط نہیں ہو گا۔ ملکی ابتری اور انتشار نے فرد سے اس کا اثباتِ ذات چھین لیا ہے۔ کوئی بھی ادب ہوا میں جنم نہیں لیتا وہ معاشرے کی پیداوار ہوتا ہے اور اکیسویں صدی کی نظم بھی معاصر سیاسی، سماجی ملکی و غیر ملکی وعالمی حالات کو اپنے دامن میں سموتی ہے۔ آج کا شاعر جو دیکھتا ہے اور محسوس کرتا ہے وہ بیان کرتا ہے۔ بقول مجنوں گورکھ پوری:

> "شاعر جو کچھ کہتا ہے اس میں شک نہیں کہ ایک اندرونی اپج سے مجبور ہو کر کہتا ہے جو بظاہر انفرادی چیز معلوم ہوتی ہے لیکن در اصل یہ اپج تمام خارجی حالات واسباب کا نتیجہ ہوتی ہے جس کو مجموعی طور پر ہیت اجتماعی کہتے ہیں۔[iv]

اکیسویں صدی کا شاعر اپنے عصری آشوب کو نظموں کی ساخت میں منقلب کرتا ہے۔ کارپوریٹ کلچر کی پروردہ اقدار نے انسانی وجود کی فطری ماہیت پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔ موضوعات جب نئے ماحول نئے حالات اور نئی صدی کے ہوں گے تو ان نئے موضوعات کے لیے نئے اسالیب، نئی لفظیات اور نئے آہنگ کی ضرورت بھی ہو گی۔ اکیسویں صدی کی نظم کا اسلوب ایک نئی نوع کی تازہ کاری سے مرصع ہے۔ اس نظم میں قدیم قصص، اساطیر، مذہبی حکایات اور روایات کو اکیسویں صدی کے تناظر میں ایک نئے انداز سے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ نئی نظم کی زبان اور اسلوب میں واضح تبدیلیاں آئی ہیں۔ اکیسویں صدی کا شاعر کوئی پیچیدہ استعاراتی نظام وضع کرنے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ آسان الفاظ میں اپنے عہد کے آشوب کی داستان بیان کرتا ہے۔ بقول ڈاکٹر سعادت سعید:

> "عہدِ جدید میں لکھی جانے والی نظموں میں جذبات واحساسات کے علامتی اظہار کا وتیرہ عمومی ہے۔ شعراء اپنے گردوپیش معاشرے سے بہت کچھ اخذ کرتے ہیں۔ ان کے جذبات واحساسات کی منظم صورتیں انسانوں کے مشاہدوں اور محسوسات کی عطا ہیں۔[v]

اکیسویں صدی کی نظمیں شعراء کے عالمی شعور اور تخیل کا پتہ دیتی ہیں۔ جس ملک کے عوام کو مہذب معاشرے کی بنیادی سہولتیں تک میسر نہ ہوں اس ملک کا شاعر گل وبلبل کے نغمے نہیں لکھ سکتا۔ جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے دنیا بھر کی معلومات انسانی زندگی میں روبوٹ کا عمل، کمپیوٹرائزڈ مشینوں کی آمد، سیٹلائیٹ اور انٹرنیٹ جیسے عوامل کی بدولت جہاں زندگی آسان ہوئی وہاں فرد کی ذات مزید مہمل اور لغو ہو گئی ہے۔ سائنسی ترقی کی بدولت جذبات واحساسات بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ فرد سے اس کا اثباتِ ذات چھن چکا ہے۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے تجربات، کلوننگ کے ذریعے پیدائش کا عمل اور جینز کی ڈی کوڈنگ نے انسان کو جذباتی سطح پر کرب واضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔ اور اکیسویں صدی کا شاعر ان تمام موضوعات اور مسائل کا احاطہ کرتا ہے:

چاند سے آگے جو سیارے ہیں

ان پر زندگی کو ڈھونڈتی ٹیل سکوپیں

سبزیوں کے بعد / انسانوں کے خلیوں کو بدلتی

تجربہ گاہوں کے اندر پرورش کرتی کلوننگ

موسموں کے ساتھ سکوں کے بدلتے رنگ[vi]

جیسے بے بی کی تصویر کے

کیپشن میں بتایا گیا ہے / اسے اپنی ماں نے

ایک اور لڑکی کے ایک سے لیا

تین ملین میں سودا ہوا[vii]

عالمی سطح پر سیاسی، ثقافتی و معاشرتی تبدیلیاں اور عالمی تعمیری و تخریبی عوامل نے اکیسویں صدی کے انسان کو ذہنی خلفشار اور داخلی بے چینی تحفے میں دی ہے انتشار و افتراق، اضطراب، بے چینی، تیسری عالمی جنگ کا خطرہ، دہشت گردی اور مشینی مصروف زندگی نے انسان کی بے بسی اور کم مائیگی میں اضافہ کیا ہے۔ آج کے شاعر کا سب سے اہم مسلہ روح کا داخلی بحران ہے یہ بحران انفارمیشن ٹیکنالوجی کی عطا ہے۔ عصرِ حاضر کی مصروف زندگی نے بھی انسان کو کرب میں مبتلا کر دیا ہے۔ سائنسی اور عالمی صارفی معاشرے میں خوب سے خوب تر کی تلاش نے انسان کو اس کے تہذیب اور رشتوں سے دور کر دیا ہے۔ اپنی تہذیب سے کٹ جانے کا خلا کسی صورت پر نہیں ہوتا۔ دنیا گلوبل ولیج بن چکی ہے۔ گلوبلائزیشن کا ایک مقصد مختلف ثقافتوں اور زبانوں کو ایک کر کے مشترک ثقافت کی بنیاد رکھنا ہے۔ گلوبلائزیشن اولا جسے ثقافتی یکسانیت کہتی ہے وہ آگے چل کر ثقافتی و لسانی اجارہ داری میں بدل جاتی ہے۔[viii] اکیسویں صدی کا شاعر ان حالات سے باخبر ہے:

ہمارا عہد کیا ہے، درد کی خوانچہ فروشی ہے

زمیں ہے یا کمیں ہے؟ / جنس کے بیوپار کی منڈی

جذبوں کی تجارت کی تماشا گاہ ہے

حرمت کی ارزانی کا اڈہ ہے

گلوبل گاؤں تو نیلام گاہِ وضع داری ہے

یہ چپٹا گیند بس اقدار کی سوداگری کا بوجھ اٹھائے گھومتا ہے

کار پردازانِ استہزا

فضا میں ایٹمی میزائلوں کے ساتھ لفظوں کا تمسخر بھی اڑاتے ہیں

یہاں پر کاروبارِ زندگی اب در حقیقت کاروبارِ زندگی ہے[ix]

عالمی سطح پر دہشت گردی کا ماحول کہ جس میں روشن مستقبل کا خواب، خواب ہی دکھائی دیتا ہے۔ اکیسویں صدی کی ابتدا ہی ایک ایسے واقعے سے ہوئی جس نے سیاست، مذہب و معیشت کے ساتھ ساتھ ادب کو بھی متاثر کیا۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی، عالمی تجارتی مرکز کا حادثہ جس نے دو خلاؤں کی تشکیل کی اور ایک نئی تاریخ رقم کی۔ اس واقعے نے مسلم امہ کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے اس سے کون واقف نہیں۔ نائن الیون کے واقعے کے بعد جس طرح مسلم ممالک کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا اور پھر دہشت گردی ہونے کا لیبل بھی ان ہی پر لگایا گیا یہ بات کسی سے چھپی نہیں۔ سامراجی قوتوں نے اپنے توسیع پسندانہ عزائم اور مادی وسائل پر اجارہ داری کی خاطر کتنے ہی انسانوں کو خاک اور خون میں نہلا دیا۔ نائن الیون کے بعد کی صورتِ حال نے اکیسویں صدی کے انسان کو عدم تحفظ کا شکار کر دیا ہے نائن الیون کے بعد نت نئے کلامیے تشکیل دے کر دنیا کو آگ اور خون کے طوفان میں جھونکنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ادب معاشرے کا ترجمان ہوتا ہے اور اردو ادب اپنی پیدائش ہی سے سیاسی و معاشرتی تناظر کا عکاس اور مبصر رہا ہے۔ اکیسویں صدی کا شاعر اسی روایت کی پاس داری کرتا دکھائی دیتا ہے وہ اپنے عصر کا عکاس ہے اور اپنے عصر کی ذہنی بے چینی، خوف، تنہائی اور وجودی کرب کا اظہار اپنی تخلیقات میں کرتا ہے۔ وہ اپنے ماحول اور مسائل سے نظریں نہیں چراتا:

اپنی ہر ہر ادا میں خوف لیے / زندگی ایک فرش ہے جس پر

ڈر اٹھائیں تو ہول بچھتا ہے / شاہراہِ حیات کے اوپر

خوف کا تار کول بچھتا ہے / مذہب ایجاد کرتا رہتا ہے

معبد آباد کرتا رہتا ہے / یہ تو اندر کی سنگ ساری ہے

خوف برباد کرتا رہتا ہے

فہم و دانش کے زرد سوداگر / وسوسوں کی کپاس بیچتے ہیں

روح کی مارکیٹ ان کی ہے / جو عقیدے ہراس بیچتے ہیں

پرچہ جاں کے ہر شمارے میں / واہمہ اشتہار دیتا ہے

موت خود مارتی نہیں جتنا / موت کا خوف مار دیتا ہے[x]

خلیجی جنگ کے بعد امریکہ نے باضابطہ طور پر گلوبلائزیشن کا اعلان کیا۔ گلوبلائزیشن دنیا کو سیکولر اور مادی نقطہ نگاہ سے دیکھتی ہے اس نئے نظام کا حصّہ بننا گویا سیکولرازم اور مادیت کو بطور معبود تسلیم کرنا ہے۔ مغربی ممالک کا واحد مقصد آج بھی ماضی کی طرح یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح مشرق کو زیر کیا جائے اور مغرب کی بالادستی قائم ہو جائے۔ ترقی یافتہ ممالک کے حکمرانوں کا رویہ ترقی پذیر ممالک کے ساتھ غیر انسانی ہے۔ تیسری جنگِ عظیم کا خوف مسلسل اکیسویں صدی کے انسان کے اعصاب پر سوار ہے۔ مغربی بلاک کے توسیع پسندانی عزائم، محکوم علاقوں پر طاقت کا لوہا منوانے کا شوق اور جدید اسلحے کی نمائش نے

سرحدوں کو غیر محفوظ کر دیا ہے۔ جوہری توانائی کی اس قدر ترقی نے انسان کو اس کے بنیادی جوہر سے محروم کر دیا ہے۔ مغربی ساحر ایٹمی ترقی پر اتراتے ہیں اور حساس انسانوں کی نظروں میں ہیروشیما اور ناگاساکی کا منظر گھوم جاتا ہے:

علینہ!
نئے آدمی کے مقدر کا نقشہ بناتے ہوئے
مغربی ساحروں نے
تری فائلوں سے چرائے ہوئے راز کو
کس قدر ایٹمی زندگی کے تصور میں شامل کیا
فقط ہیروشیما کی مٹی کو معلوم [xi]

جنگ کی یہ دہشت حسنِ حیات کو مجروح کر رہی ہے۔ یہ خوف کسی پر اسرار مخلوق کی عطا نہیں بلکہ خود انسان ہی اس خوف کا باعث ہے۔ انسان خلا تک رسائی حاصل کر چکا ہے۔ انسان کا اپنا شوقِ معرکہ آرائی اس کو انتشار اور مصائب سے دوچار کرتا ہے۔

مشینی زندگی نے روز مرّہ معمولاتِ حیات کو متاثر کیا ہے۔ اکیسویں صدی میں تخلیق پانے والی نظم اذیتوں کی داستان ہے اس نظم کا ہر کردار دکھ اٹھا رہا ہے۔ اکیسویں صدی کی نظم سوال اٹھاتی ہے ۔ زمین پر انسان کا وجود کیا معنی رکھتا ہے؟ انسانوں کے مابین تضاد، تفریق اور تفاوت کے اسباب کے سوالات، مابعد الطبیعات، انسانی سماج اور اس کے مسائل سے جڑے سولات، انسانی فکر کا ارتقاء، جنگ کی وحشت کی وجہ اور اس کا حل کیا ہے۔ ان تمام سوالات کے بیان کے لیے نئے شعر کے نئے قرینے بھی تلاش کیے گئے ہیں۔ ایک طرف گلوبلائزیشن نے معاشی، ثقافتی، لسانی اور جمالیاتی سطح پر مختلف مظاہر کو یک جا کر دیا ہے تو دوسری جانب ذرائع ابلاغ اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے انسان کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا ہے۔

مذہبی جنونیت نے معاشرے میں خوف اور دہشت کی ایسی فضا قائم کی ہے جس سے انسانوں کی سائیکی پر منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ پوری دنیا میں اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ جاری ہے اور اسلام کو ایک جبر انافذ کیے جانے والے مذہب کے طور پر پیش کیا جارہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نئی نسل اسلام سے متنفر ہے اور اسلام دشمنی کی طرف مائل ہے۔ اس کا واضح اور حالیہ ثبوت نیوزی لینڈ مسجد کا واقعہ ہے۔ ان تمام حالات نے اکیسویں صدی کے ہر حساس شخص کو متاثر کیا خوف کی اس فضا میں سانس لیتا شاعر اپنے عصر اور عصری مسائل نظم کے قالب میں ڈھالتا ہے:

انسان کیا ہوتا ہے
یہ بتانے کے لیے پچھلے زمانے کی تاریخ پڑھنی ہوگی
دہشتوں کے نگر میں تو نیند نہیں آتی
بھلا خواب کیسے آئیں گے
بے موت مرنے والوں کے نام
بے نام سپاہیوں کی فہرست میں بھی درج نہیں ہوتے [xii]

اکیسویں صدی کی مشینی زندگی انسان کی انگلی تھامے اسے دولت کے پیچھے بھگاتی ہے۔ نئی تہذیب و ثقافت اور تیز رفتار شہری زندگی نے بناوٹی زندگی کو جنم دیا ہے۔ ٹوٹتی پھوٹتی معاشرتی اقدار، سماجی ڈھانچوں کی شکست وریخت، خانگی نظام کی بے وقعتی جیسے مسائل نظم کا حصّہ بنتے ہیں۔ صنعتی اور مشینی زندگی کی میکانیت نے انسان کو حد درجہ نقصان پہنچایا ہے۔ انسان سے انسان کا تعلق اب میڈیمز کا مرہونِ منت ہو کر رہ گیا ہے۔ سماجی روابط میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور دلوں میں دوریاں آتی جا رہی ہیں۔ اکیسویں صدی کا کارپوریٹ کلچر خواہشوں اور تمناؤں کی دوڑ کو جنم دے رہا ہے ایسی صورتِ حال میں ہر انسان دوسرے کو کچل کر اپنی منزل حاصل کرنے کی دوڑ میں ہے:

بچے روتے ہیں / ممی ممی / ممی ممی سارا دن
مجھ کو اور ضروری کام بھی ہیں اس دنیا میں
بیوٹی پارلر، فٹ نس کلب اور وغیرہ وغیرہ
شوفر یہ لو ہزار کا نوٹ ہے ان کو میکڈونلڈ لے جانا
برگر ور گر لے کر دینا / میں آج بھی دیر سے آؤں گی [xiii]

معاصر نظم آج کے انسان کے جذبات کی ترجمان ہے۔ ماحولیاتی تبدیلیاں اور ان سے پیدا ہونے والے مسائل اکیسویں صدی کے انسان کو تحفے میں ملے ہیں۔ پانی کی کمی، صاف پانی کا میسر نہ ہونا، آکسیجن کی کمی، اوزون کی تہہ یہ تمام مسائل لمحہ فکریہ ہیں۔ نیا شاعر ان تمام مسائل پر بھی گہری نظر رکھے ہوئے ہے۔ عالمی صارفی معاشرے کی تشکیل کے بعد دنیا کی سپر پاورز نے علم اور ترقی کو بطور طاقت استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ انسان کے ارد گرد بکھری مصنوعی زندگی کی چکا چوند نے اسے حقیقی بصارت سے محروم کر دیا ہے۔ بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں انسان نے ہر میدان میں تیزی سے ترقی کی اور اسی سرعت کے ساتھ معاشی، سماجی اور ثقافتی سطح پر نت نئی ساختوں کا وجود بھی عمل میں آیا۔ ذرائع ابلاغ کی ترقی، عالمی صارفی معاشرے کا قیام اور گلوبلائزیشن نے معاشرے کے حساس اذہان کو بری طرح متاثر

Vol.5 No.2 (2022)
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

کیا۔ ایک سچا تخلیق کار معاشرتی تبدیلیوں اور عالمی منظر نامے کو اپنی تخلیقات سے الگ نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے عصر کی بہترین عکاسی کرتا ہے اور اکیسویں صدی کا شاعر عصری شعور کو بروئے کار لاتے ہوئے عالمی و ملکی حالات اور مسائل کو اپنی فہم اور حسیات کے ذریعے اپنی شاعری کی نئی ساخت میں منقلب کرتا ہے۔

حوالہ جات

---

i نصیر احمد ناصر، دھند کے اس پار، مشمولہ پانی میں گم خواب، راولپنڈی، تسطیر پبلیشرز، ۲۰۰۲، ص ۱۳۹

ii نصیر احمد ناصر، کتابوں میں زندگی تلاش کرنا بے سود ہے، مشمولہ تیسرے قدم کا خمیازہ، لاہور، سانجھ پبلیکیشنز، ۲۰۱۳، ص ۵۹

iii گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، ادب کا بدلتا منظر نامہ، اردو مابعد جدیدیت پر مکالمہ، دہلی، اردو اکادمی، ۲۰۱۱، ص ۱۸

iv مجنوں گورکھپوری، ادب اور زندگی، علی گڑھ، اردو گھر، ۱۹۶۴ء، ص ۴۷

v ضیاالحسن، آدھی بھوک اور پوری گالیاں، لاہور، ملٹی میڈیا زافیر، اشاعت اوّل ۲۰۰۷ء، ص ۹ (دیباچہ)

vi وحید احمد، مرمت کون کرتا ہے، مشمولہ، ہم آگ چراتے ہیں، فیصل آباد، ہم خیال پبلیشرز، ۲۰۰۲ء، ص ۵۰

vii علی محمد فرشی، گے بے بی، مشمولہ، غاشیہ، اسلام آباد، پورب اکادمی، ۲۰۱۴ء ص ۴۷

viii ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، گلوبلائزیشن اور اردو زبان، مشمولہ لسانیات اور تنقید، اسلام آباد، پورب اکادمی، ۲۰۰۹، ص ۱۹۱

ix وحید احمد، جگ آشوب، مشمولہ نظم نامہ، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۲، ص ۸۶

x وحید احمد، خوف نامہ، مشمولہ نظم نامہ، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۲، ص ۵۲-۵۳

xi علی محمد فرشی، علینہ، راولپنڈی، حرف اکادمی، ۲۰۰۲ء، ص ۱۳

xii کشور ناہید، خوف کی دستک، مشمولہ، دشتِ قیس میں لیلیٰ (کلیات) لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱، ص ۱۱۹۳

xiii جاوید انور، روبوٹوں کی اس دنیا میں مشمولہ، بھڑبے سوئے نہیں، لاہور، قوسین، ۲۰۰۹ء، ص ۷۴